سفرِ مصر......

جبل مقطم یا جنت کی پہاڑی؟......شاہ مقوقس اور غلامانِ رسول

مصر میں قبرستان بہت طویل وعریض ہیں ان میں قدیم بھی ہیں قدیم تر بھی اور جدید بھی...... اس لئے کہ مصر کی تاریخ قدیم تاریخ ہے چنانچہ پرانے زمانے سے قبرستانوں کی حفاظت کا نظام بھی قائم ہے۔ کئی کئی میل پھیلے ہوئے قبرستانوں کو جہاں پختہ قبریں ہیں، دیکھ کر جہاں یہ اچھا لگا کہ مسلمانوں کی تاریخ محفوظ ہے وہیں قبروں کو پختہ نہ کرنے کا فلسفہ بھی سمجھ میں آنے لگا تاکہ شہر قبرستانوں میں نہ بدل جائیں بلکہ قبرستانوں پر شہر بستے اور آباد ہوتے رہیں۔

مصر (قاہرہ) کے میلوں پھیلے ہوئے قبرستانوں میں جہاں مصرِ قدیم کے شاہوں اور بادشاہوں کے مقبرے، عظیم الشان قبے اور شاہی خاندانوں کی قبروں کی ڈیوڑھیاں ہیں تو وہیں اسلامی تاریخ کی بڑی بڑی نامور شخصیات کے مزارات بھی ہیں۔ ان مزارات کی زیارات کے لئے ایک مدت مدید چاہیئے۔ مصری علماء نے مصر بالخصوص قاہرہ کے قبرستانوں پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اگر مصری حکومت ان قبرستانوں میں موجود تاریخی شخصیات کے مزارات کی تعمیر ومرمت یا آثار تاریخیہ کی تزئین وآرائش پر توجہ دینا چاہے تو ایک مکمل بجٹ اس کے لئے درکار ہوگا۔ ہمارے لئے ان تمام مقامات تک پہنچنا قلتِ وقت اور دقتِ معرفت کی بنا پر خاصا دشوار تھا اور ہمارے میزبان بھی کچھ زیادہ اس طرف ملتفت دکھائی نہ دیتے تھے بلکہ وہ ہمیں ہر روز کسی زندہ پیر سے یا عالم سے یا پروفیسر ڈاکٹر سے ملوانے کو ترجیح دیتے تھے ان کے بیٹے ہمیں اپنے شہر کی مارکیٹوں کی رونق سے آشنا کرنے کے درپے تھے یا سیرگاہوں میں موجود جدید مصری مخلوق کی زیارت سے مشرف کر کے مصر کا ترقی یافتہ ہونا ہم پر واضح کرنا چاہتے تھے۔ ایک روز ہم نے ان سے کہا کہ کل اہرامِ مصر چلیں گے تو کہنے لگے وہاں اب کوئی نہیں جاتا سوائے غیر ملکی سیاحوں کے البتہ آپ کو مصر کے میدان انقلاب لے کر چلوں گا اور دو ایک شاپنگ مالز دکھانا چاہوں گا۔ جہاں دنیا کا جدید ترین نظام تجارت موجود ہے۔ ہم دوپہر کے قیلولہ کے بعد بیدار ہوئے اور سیدھے بس کے اڈے پر پہنچ کر ہم نے جیزہ کی بس لی اور اہرامِ مصر دیکھنے اکیلے ہی نکل کھڑے ہوئے۔ بس نے کہیں قریب ہی اتار دیا مگر یہ قریب بھی کسی بعید سے کم نہ تھا پوچھنے پر پتہ چلا کہ کوئی عربیہ ہی وہاں لے جاسکتی ہے (عجمیہ کے بس کی

بات نہیں) عربیہ یعنی گاڑی، بگھی یا گھوڑا گاڑی...... سڑک سے ذرا ہٹ کے ہم نے ایک گھوڑا بندھا دیکھا تو قیاس کیا کہ اگر گھوڑا ہے تو گاڑی بھی کہیں نہ کہیں ہوگی چنانچہ گھوڑا گاڑی کی تلاش میں نکلے۔اور ایک لڑکے کے بتانے پر ہم ایک کوچوان کے دروازے تک پہنچ گئے جہاں گاڑی موجود تھی، یہ اس گھوڑے اور گاڑی کے مالک کا گھر تھا۔لڑکے نے دروازے پر دستک دی اور ایک ادھیڑ عمر خاتون نے دروازہ کھول کر اھلاً اھلاً کہا۔اور پوچھا عائز عربیہ؟ (گھوڑا گاڑی درکار ہے؟) ہم نے کہا نعم! الی اہرامات۔(ہاں، اہرامات تک جانے کے لئے) خاتون نے ہمیں یہ کہتے ہوئے گھر کے صحن میں داخل ہونے کی دعوت دی کہ مالک ذرا دکان تک گیا ہے ابھی آ کر آپ سے ملتا اور اہرام کی طرف لے کر چلتا ہے۔دھوپ تیز تھی اور ہم اجنبی مسافر تھے، ہم اس کے چھپر تلے بیٹھ گئے، گرمی بلا کی تھی، ہمیں پانی کا کٹورا دیکر خاتون خود غائب (گھر سے نکل گئیں) پھر اندر کمرے سے ایک اور شخصیت اپنی مخصوص باریک سی آواز میں اھلاً اھلاً کہتے ہوئے برآمد ہوئیں گویا **مقصورات فی الخیام** سے آوارد ہوئی ہوں۔ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے جی چاہا اٹھ کر بھاگ لیا جائے۔ہم باہر نکلنے کو اٹھے تو انہوں نے کہا تعال جوّا الدنیا حر...... اندر کمرے میں آجائیں باہر گرمی ہے۔اور بابا ابھی آتے ہیں۔ہم نے بمشکل خود کو سنبھالا اور یہ کہہ کر بیرونی گیٹ کی راہ لی کہ اچھا تو پھر ہم بھی ابھی آتے ہیں۔

خوش قسمتی سے ایک ٹیکسی ادھر سے گزر رہی تھی ہم نے پاکستانی انداز میں چلاتے ہوئے آواز لگائی تاکسی...... تاکسی...... یا تاکسی...... اسی دوران جب ہم ٹیکسی روک رہے تھے تو ایک بڑے صاحب ہمیں روکنے کی فکر میں تھے۔تعال یا بیہ۔انا صاحب العربیه، اوصلک الی اهرامات. تعال صیبک من التاکسی...... دا. غالی غالی...... انا بوصلک بخمسه جنیه...... یاشیخ اسمع کلامی...... انت ضیف علینا...... خلینا نخدمک...... و، صیبک من التکاسی...... حرام علیک...... کدا یاهوه...... مگر ہم نے ایک نہ سنی...... ٹیکسی میں بغیر کچھ طے کئے گھس گئے اور اس نے ہمیں اہرامات جا پہنچایا۔(شاید آپ اوپر کے چند مصری کلمات سمجھ نہ پائے ہوں، ترجمہ پیش خدمت ہے۔محترم یہاں آیئے میں اس گھوڑا گاڑی کا مالک ہوں۔میں آپ کو اہرامات لے کر جاتا ہوں، یہاں آؤ اور ٹیکسی کو چھوڑو، یہ بہت مہنگی ہے...... میں صرف پانچ پاؤنڈ میں آپ کو لے جاؤں گا۔یا شیخ میری بات سنو۔تم ہمارے مہمان ہو، ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے...... اور ٹیکسیوں کو چھوڑیئے افسوس ہے آپ پر...... کیا ایسا کیا کرتے ہیں......)

ٹیکسی سے ہم اہرامات مصر پہنچے ایک اہرام جس میں اندر جانے کا راستہ تھا اس میں ہم اندر بھی گئے مگر اندر کی بدبودار ہوا اور گھٹن دار ہولناک ماحول نے چند منٹس میں باہر نکلنے پر مجبور کردیا۔ باہر سے ہی دیگر اہرامات کا جائزہ لیا۔ پھر ابوالہول نامی مجسمہ کو دیکھا۔ جو اور بھی ہولناک سا معلوم ہوا۔ پھر اردگرد کی زمین اور پرانی عمارات کے کھنڈر دیکھے......اور فاعتبروا یااولی الابصار کا ورد کیا......

اہراماتِ مصر دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہیں ان کی خاص بات ان میں استعمال ہونے والا میٹریل اور بھاری بھرکم جمبو سائز کے پتھر کے بلاک ہیں اور ان کی بغیر ستونوں کے مخروطی تعمیر ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایک ایک پتھر (بلاک) کا اوسط وزن امریکی و یوروپی محکمہ ہائے آثار قدیمہ کے ماہرین نے اڑھائی ٹن بتایا ہے۔ جبکہ بعض بلاک پندرہ پندرہ ٹن وزنی بھی ہیں۔ چوبیس لاکھ یا اس سے کم وبیش اس قدر وزنی بلاک ان اہرامات کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہیں، انسان سوچتا ہے کہ ان بلاکوں کو کیسے ایک دوسرے کے اوپر ٹکایا گیا ہوگا۔ جوڑنے کے لئے کیا میٹریل استعمال ہوا ہوگا۔ کس قسم کی کرینیں اس زمانے میں اتنے وزنی پتھر اٹھانے اور رکھنے کے لئے بنی ہوں گی۔ اور یہ زمانہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کوئی اڑھائی ہزار سال پہلے کا...... یہ تو ایک تحقیق ہے جبکہ ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ یہ اہرامات حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اہرامات کے بارے میں وہیں موجود ایک گائیڈ نے یہ بتایا کہ یہ تین عمارتیں دراصل شاہی خاندان کے لوگوں کی قبروں کے لئے بنائی گئی تھیں۔ اور ان میں قبریں موجود بھی ہیں۔ تیرہ ایکٹر کے لگ بھگ رقبہ پر پھیلے بڑے اہرام کے بارے میں گائیڈ نے کہا کہ ان میں سے سب سے بڑے کی بلندی ساڑھے چار سو فٹ سے زائد ہے۔ یہاں مصر میں سیاحت کافی عروج پر ہے اور مصری نوجوان گائیڈ کے طور پر سیاحوں کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ ان میں مرد وزن دونوں طرح کے گائیڈ ہیں۔ (اللہ ان کے شر سے بچائے کہ یہ ہیں تو سیاحتی گائیڈ مگر دلالی بھی ان کے پیشے میں شامل ہے) اپنے سابقہ تجربہ کی بنیاد پر ان گائیڈز کی باتوں پر اعتبار ہمیں مشکل سے آتا ہے کیونکہ یہ اصل تاریخی حقائق میں بہت کچھ رطب و یابس شامل کرتے ہیں۔ اور اجنبی سیاحوں کے سامنے جھوٹوں کے خوب طومار باندھتے ہیں۔ اہرامات مصر سے ہم واپسی کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ وہ بگھی والا بابا نظر آ گیا۔ اور اس نے پرزور شکوہ کیا۔ مگر ہم نے اس کی پرواہ کئے بغیر مین روڈ تک پیدل آ کر بس پکڑی اور گھر لوٹے۔

رات کو کھانے پہ بیٹھے تو ہم نے اپنے میزبانوں اور ان کے دیگر مہمانوں سے گھوڑا گاڑی اور

☆......نبینی کہ چون گربہ عاجز شود ☆☆☆ برآرد بہ چنگال چشم پلنگ......☆

ساربان کا تذکرہ کیا تو اس پر خوب تفریح رہی، دکتور شیخ عبدالحلیم ازہری جو کوئی موقع مزاح کا ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے کہنے لگے۔ لا، ھذا واضح جدا. ولقد ھمت به وھم بھا لو لا ان رآی برھان ربه. ایک نے کہا۔ لو تنزوجت کان احسن لک لانه من لم یتزوج بمصریة فھو لیس بمحصن...... شیخ احمد مصطفیٰ بولے۔ واللہ کانت فرصة سعیدة...... دعیت الی الزواج فھربت منه...... یا خسارہ علیک...... ہمارے شیخ نے کہا...... الحمدللہ سلامات...... صاف بچ گئے۔ جبھی تو ہم کہتے ہیں کہ اکیلے نہ جایا کریں کسی مصری کو ساتھ لے کر چلا کریں۔ اس گفتگو مصری اساتذہ کے مزاح و مزاج کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم عالم شباب میں تھے۔ اور ابھی محصن کا لفظ صرف پڑھا اور سنا ہی تھا برتا نہ تھا۔

اگلے روز ہم نے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقام و مسجد کی زیارت کا ارادہ کیا۔ شیخ مصطفیٰ کو احتیاطاً ساتھ لیا اور جامع عمرو بن العاص پہنچے۔ یہ مسجد مصر کی قدیم ترین مساجد میں سے ایک ہے کہ ۲۱ ہجری میں تعمیر اول اس کی ہوئی۔ بعد ازاں متعدد بار اس کی تعمیر نو ہوتی رہی۔ اسی مسجد کے ایک گوشے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا مقامِ قیام ابدی ہے۔ مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد کی ادائیگی کے بعد مزار پر فاتحہ و تسلیمات پیش کئے۔ پھر جبل مقطم کی زیارت کو گئے جہاں فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص اور دیگر چار صحابہ کے مزارات ہیں یہ پہاڑی (جبل مقطم) جنت کی پہاڑی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مزار پہ حاضر ہوئے تو ایک ہیبت و جلال کی کیفیت ہم پہ طاری ہونے لگی۔ فوراً ذہن میں موجود مختصر تاریخ و سیرتِ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر نظر دوڑائی چند باتیں جو فوری طور پر ذہن میں آئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ یہ تھے ہی بڑے ہیبت و جلال والے۔ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کا بے جگری سے ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ اسلام کو پھلنے پھولنے سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ نئے نئے مسلمان ان کے نام کی ہیبت سے کانپتے تھے۔ حضور ﷺ ان کے قبول اسلام کے متمنی رہتے تھے۔ ان کے سوانح کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ انتہا پسندی مزاج میں عربیت کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ تا آنکہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو انتہا پسند مسلمانوں کے امام تھے۔ مگر یہ انتہا پسندی ان میں موجود بہادری و جوانمردی کے سبب تھی۔ اسلام کے لئے ان کی خدمات سنہری حروف سے لکھی جائیں جب بھی خراج عقیدت مکمل نہیں ہوسکتا۔ آج جسے مسلم انتہا پسندی کہا جارہا ہے یہ

ان (عمرو بن العاص) کی انتہا پسندی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔مگر اس کمزور سی انتہا پسندی سے بھی کفر لرزہ براندام ہے کہ مسلمان مجاہد کہیں کمپرومائز کرنے پہ آمادہ ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ **انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین** کی عملی تصویر قائم کرنے پر تلا ہوا ہے اور اسلام کو **لیظھرہ علی الدین کلہ** کا مصداق دیکھنا چاہتا ہے۔اقوام عالم ہیں کہ اسلام کو زیردست رکھنا چاہتی ہیں اور اللہ اس دین کو غالب (زبردست) دیکھنا چاہتا ہے اسے مغلوب کرنے کی سازشیں ٹالرینس، رواداری، احترام باہمی، اور اسی قسم کے دیگر نعروں کے زیر اثر پروان چڑھ رہی ہیں اور مسلمان مفکرین کو ان کا حصہ بننے کی خوبصورت پیش کشیں پوری دنیا سے ہیں اور مجاہدین کو بھی انہیں قبول کرنے کی ترغیب وتبلیغ جاری ہے، مگر حضرت عمرو بن العاص کا سا موقف ہی اس موقع پر اسلام کو ایسی سازشوں سے بچا سکتا ہے۔اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ اللہ جس دین کو اللہ غالب دیکھنا چاہتا ہے اہل اسلام اسے مغلوب گوارا کرلیں؟ تو پھر غیرت اسلامی وایمانی کیا ہوئی اور اللہ کا بندہ ہونے کا مطلب کیا ہوا؟......

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی زبردست قسم کے مسلمان تھے کہ غلبہ اسلام کے سوا انہیں کوئی صورت قبول نہ تھی اسی چیز نے انہیں برسوں گھوڑے کی پیٹھ پر سوار رکھا، اور انہیں شام و فلسطین کے بعد مرکزِ عیسائیت مصر واسکندریہ کو فتح کرنے پر متوجہ کیا۔مصر فتح ہو چکا تو مقوقس سابق شاہِ مصر نے کہا سارا مصر تمہارا ہوا مگر یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی (جبل مقطم) ستر ہزار درہم میں ہمیں دے دو۔کہا میں دربار خلافت سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، صورت حال بیان کی۔آپ نے دریافت فرمایا کیوں خریدنا چاہتا ہے۔جواب آیا اس لئے کہ (شاہ مقوقس کے بقول) سابقہ کتب میں اس پہاڑی کی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اس پر جنت کے درخت اگیں گے۔امیر المؤمنین نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو مومن جنت کے درختوں کے زیادہ حق دار ہیں، اور عمرو بن العاص کو حکم دیا کہ اس پہاڑی کو مومنین کے قبرستان کے لئے وقف کردو۔

کیا فراست ہے امیر المومنین کی کہ اگر یہ جنت ہے تو اس میں ہمارے انتقال کرنے والوں کے گھر بننے چاہئیں کہ جنت کے اصل حقدار مجاہد مومنین ہیں۔چنانچہ اس پہاڑی کو قبرستان کے لئے وقف کردیا گیا۔یہاں ہم نے حضرت عمرو بن العاص کے علاوہ جن چار صحابہ کے مزارات کی زیارت کی ان میں حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابو بصرہ غفاری اور حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدی (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں۔

کس نیا موخت علم تیر از من ☆☆☆ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد